رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ۔/۵
ششماہی .... ۔/۳
سہ ماہی .... ۔/۲

قیمت پرانا پرچہ (۴)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱)

شرح چندہ
سالانہ .... ۔/۵
ششماہی .... ۔/۳
سہ ماہی .... ۔/۲

قیمت فی پرچہ (۲)

جلد ۳ | ۱۲ اسفندار ۱۳۵۳ ف | ۱۸ محرم ۱۳۶۳ ھ | ۱۵ جنوری ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۴)

کیا متحدین بلقان پر حملہ کریں گے؟

ترکی کی خارجی حکمت عملی میں تبدیلی کا امکان

قاہرہ میں عصمت انونو اور چرچل کی ملاقات کے بعد جو اعلامیہ شائع ہوا تھا اس کی وضاحت کرتے ہوئے رائٹر کے نامہ نگار خصوصی نے بیان کیا تھا کہ کوئی معاہدہ ہوا ہے۔ اس نے بیان کیا تھا کہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ترکی نے اس معاہدہ پر عمل کرنے کا تصفیہ کیا ہے جو برطانیہ سے ہوا تھا اس معاہدہ کے فقرہ ۲ کے تحت ترکی پر یہ ذمہ داری ہے کہ اگر برطانیہ کسی یورپین طاقت کے حملہ کے خلاف بحیرہ روم میں شریک جنگ ہو جائے تو ترکی برطانیہ کی کمک اور مدد کرے گا۔ اب تک برطانیہ نے ترکی کے قومی مفاد کے پیش نظر معاہدہ کے اس فقرہ پر زور نہیں دیا تھا۔ جنگ کی رفتار اور حالات کی تبدیلی اجتماعی تہران کانفرنس میں بھی ایک اہم موضوع ہے۔ ترکی کے مدبرین کو یہ سمجھنے کی طرف مائل کر دے گی کہ ترکی کا مفاد تخت غیر جانبداری کی پالیسی کی تبدیلی میں مضمر ہے۔

یہ توقع کہ ترکی اپنی پالیسی میں فوری تبدیلی کرے گا ابھی قبل از وقت ہے۔ ترکی کے وزیر خارجہ نے قاہرہ سے واپس آنے کے بعد انقرہ میں ایک پریس کانفرنس کے دوران میں اعلان کیا کہ ترکی کی خارجی حکمت عملی میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن ایک بیرونی نامہ نگار کے سوال پر کہ کیا ترکی جنگ میں شریک ہوئے بغیر اقوام متحدہ کے کیمپ میں داخل ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ترکی کو مد بر واقفیت ہے۔

برطانوی جرائد اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ ترکی کس طرح جنگ کے نقشہ کو پلٹ سکتا ہے مثلاً ڈیلی میل لکھتا ہے کہ ترکی آج پندرہ ڈویژن ہتھیار اٹھانے کے بہتر پوزیشن میں ہے۔ اس کا محل وقوع بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہوائی مرکز کے نقطہ نظر سے اس کی قیمت بہت بڑی ہے۔ ترکی کے ہوائی مرکز جو جزائر ایجین کے دفاعات کو بے اثر کر سکتے ہیں اور بلقان پر حملہ کے لئے سہولت بہم پہنچا سکتے ہیں۔ ترکی اگر جنگ میں شریک ہو جائے تو اس کی فوجیں دوسرے محاذوں سے جرمن فوجوں کو ہٹا سکتی ہیں یا روسی فوج کو رستہ مل سکتا ہے۔ بہرحال امکانات بے شمار ہیں۔ لیکن ایک با خبر برطانوی نامہ نگار انقرہ سے اطلاع دیتا ہے کہ ”ہمیں یہ باور کرنا چاہئے کہ ترکی اب جنگ میں شریک ہو جائے گا۔ ترکی بغیر اشتعال کے حملہ نہیں کرے گا۔ بہرحال وہ مغربی اناطولیہ اور تھریس میں متحدین کی کمانڈ کے بغیر ہوائی مرکز دے سکتا ہے۔ ہوائی مرکز دینے کے بعد اگر جرمنی ترکی پر حملہ کرے تو ترکی بھی جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا اور درہ دانیال متحدین کے لئے کھل جائے گا۔ اس کا تصفیہ خود ہٹلر کے ہاتھ میں ہے۔“

دیکھنا یہ ہے کہ کیا ترکی آہستہ آہستہ متحدین کے کیمپ میں داخل ہو جائے گا۔ غالباً وہ یہ باور کرتے

ہوئے کہ جرمنی جوابی حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا ابتداء میں صرف ہوائی مراکز دینے پر اکتفا کرے گا۔ لیکن اگر ترکی کو یقین ہو جائے کہ جرمن حملہ کا خطرہ باقی نہیں رہا تو اس کو پیش قدمی کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ ترکی کی دست سے بلقان پر حملہ ایک دوسرا محاذ قائم کرے گا۔ اس سے جنگ کے دوران گھٹ جائے گا۔ قبل اس کے کہ اس امر کی نسبت ترکی کوئی تصفیہ کرے اٹلی میں برطانوی اور امریکی فوجیں دوسری جانب سے بلقان پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں آ جائیں گی۔ اس کے نتیجہ کے طور پر ہٹلر کے قلعہ کی پچھلا دروازہ فوراً کھل جائے گا اور جنگ بہت جلد ختم ہو سکے گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی بھی یہ سوچ رہا ہے کہ بلقان اس کے یورپین قلعہ کا کمزور حصہ ہے۔ اس سمت سے حملہ کو پیش قیاسی کرتے ہوئے جرمن فوجیں سرخ فوجوں کو رومانیہ کی سرحد سے دور رکھنے کی جان توڑ کوشش کر رہی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک بار سرخ فوجیں بلقان کی شمالی سرحد پر پہنچ گئیں تو نہ صرف بلغاریہ بلکہ رومانیہ بھی جرمنی کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ اور ہٹلر کو اپنی فوجیں جنوب مشرقی یورپ سے ہٹا کر روا کی سرحد پر لانا پڑے گا۔ اس کے بعد ترکی کو مزید انتظار کی ضرورت نہ ہوگی۔ بلقان پر حملے کے منصوبے اس امر پر منحصر ہیں کہ روسی محاذ پر کیا ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مارشل اسٹالن طہران جانے سے پہلے ہی اکیف کی لڑائی کا نقشہ تیار کر دیا تھا۔ مارشل اسٹالن کا یہ اطمینان دلانا کہ سرخ فوجیں جرمنوں کو یوکرین سے نکال باہر کریں گی متحدین کو اس پر آمادہ کیا کہ جنوب مشرقی یورپ پر بڑے پیمانہ پر فوجی کارروائیاں شروع کریں۔ متحدین کے قائدین کی صدارت ہو جنرل ملاقات بھی اسی منصوبے کا نتیجہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قاہرہ میں چرچل اور روزویلٹ نے ترکی کی جانب سے جنگ میں شرکت

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱) پر

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳	۱۲ اسفندار ۱۳۵۲ ف	نمبر [illegible]

آئینی مشاورتی مجالس

غرض مند لیڈروں کی مخالفت

ریاست جے پور کے دستوری اصلاحات پر تبصرہ کرتے ہوئے ہندی کرانیکل نے جو کانگریس کا ایک ترجمان ہے ان اصلاحات کو غیر تشفی بخش قرار دیا ہے مگر ہمارے ایک مقامی معاصر نے جو کانگریسی خیالات کا ترجمان سمجھا جاتا ہے جے پور کے اصلاحات کو مبالغہ آمیز طور پر سراہتے ہوئے حیدرآباد کے مجوزہ دستوری اصلاحات کو ہدف ملامت بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ معاصر موصوف نے تحریر کیا ہے کہ:۔

"حیدرآباد کا ماحول کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ یہاں حقیقی معنوں میں کسی قسم کی بھی دستوری اور سیاسی ترقی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ گو اب حیدرآباد میں بھی وہ مشاورتی مجالس قائم ہو رہی ہیں جن کو چار سالہ تجربہ کے بعد جے پور میں برخاست کیا جا رہا ہے۔"

اس بات سے حیدرآباد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یہاں ضلع کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آچکا ہے۔ تحصیلی بلدی مجالس اپنا کام شروع کر چکی ہیں۔ بجا طور پر معاملہ کی نزاکت کے آئین مجالس منضبط اور انتخابی مجالس کے قوانین شائع ہو چکے ہیں اور ان اداروں کے قیام اور مجلس مقننہ کی جلد از جلد تشکیل کی توقع کی جا رہی ہے۔ دستوری اصلاحات کے تدریجی نفاذ کے باوجود یہ کہنا کہ حیدرآباد میں دستوری اور سیاسی ترقی ناممکن معلوم ہوتی ہے انتہا درجہ کی غلط بیانی ہے جس کا منشا عوام کو گمراہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

معاصر موصوف نے ایک غلط فہمی یہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جے پور میں جو مشاورتی مجالس چار سال کے تجربہ کے بعد برخاست کر دی گئیں اسی قسم کی مشاورتی مجالس اب حیدرآباد میں قائم ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ واضح کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی کہ جے پور کی مشاورتی مجالس اور حیدرآباد کی مشاورتی مجالس کی نوعیت اور حیثیت میں کیا فرق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس وقت جے پور میں سرداروں کی کمیٹی اور مشاورتی مجالس قائم کی گئی تھیں اس وقت وہاں مقننہ کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ ان مجالس کو مقننہ کا بدل قرار دیا گیا تھا لیکن حیدرآباد کی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ یہاں مقننہ کے وجود سے بے نیاز ہو کر نہیں بلکہ اس کے ساتھ آئینی مشاورتی مجالس تشکیل دی گئی ہیں۔ مقننہ کی تشکیل کے بعد مشاورتی مجالس کے اراکین بھی مقننہ ہی سے نامزد کئے جائیں گے۔ مقننہ کے بغیر اگر مشاورتی مجالس حیدرآباد میں قائم کی جاتیں تو ایک قابل اعتراض بات ہوتی۔ مگر ان سارے حقائق پر پردہ ڈال کر یہ کہنا کہ جو تجربہ دوسری جگہ ناکام ہو چکا ہے یہاں دہرایا جا رہا ہے واقعات کی غلط اور مبالغہ آمیز ترجمانی کرنا ہے۔ مشاورتی مجالس کے دائرہ عمل پر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ معاصر موصوف کا اعتراض سراسر بے بنیاد ہے۔ مثلاً ان مجالس کے قواعد میں مالیاتی کمیٹی کے دائرہ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ:۔

"ان قواعد کی رو سے صدر المہام فینانس پر لازم ہوگا کہ وہ موازنہ کے نوٹ، کوئی ایسی اسکیم جس سے کوئی نیا محصول عائد ہوتا ہو یا محاصل میں اضافہ ہوتا ہو۔ نیز توفیر آمدنی یا تخفیف مصارف کے اہم مسائل ان خاص کمیٹیوں کی رپورٹیں اور سفارشات جنہیں مذکورہ امور میں سے کسی امر پر غور کرنے کی غرض سے سرکار عالی نے مقرر کیا ہو یا مذکورہ امور میں سے کسی امر پر مسودات قانونی وغیرہ کو بحث و اظہار رائے کے لئے کمیٹی کے آگے پیش کریں۔ علاوہ ازیں صدر اپنے صوابدید سے دوسرے امور بھی کمیٹی کے سامنے پیش کر سکیں گے جن کی نسبت وہ کمیٹی کا مشورہ حاصل کرنا یا اس کے خیالات معلوم کرنا چاہیں۔"

گزشتہ ایک سال سے مالیاتی مشاورتی کمیٹی کام کر رہی ہے۔ اس سال کا موازنہ بھی کمیٹی کے مشورہ سے مرتب کیا گیا۔ اس موازنہ کا سارے ملک نے خیر مقدم کیا اور وہ افراد جو دستوری اصلاحات اور مشاورتی مجالس کے خلاف ہیں موازنہ پر نکتہ چینی کرنے سے گریز کرتے رہے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک کے مختلف مفادات اور حکومت کے مابین زیادہ قریبی ربط اور موثر اشتراک عمل کا ذریعہ ان مجالس کے قیام سے پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود بعض حلقوں میں ان مجالس کی افادیت سے متعلق شبہات کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ نواب صدر اعظم بہادر نے آئینی مشاورتی مجالس کا افتتاح کرتے ہوئے ان شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"ان مجالس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قومی تعمیر کے ٹھوس اور تفصیلی کام مجلس مقننہ جیسی بڑی جماعت سے بدرجہا بہتر طریقہ پر انجام پا سکیں گے۔ وہ مسائل کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی غور و خوض کر سکیں گی۔ ...... مشاورتی مجالس کی بدولت عہدہ داروں اور غیر سرکاری اراکین کے درمیان تبادلہ خیال کے مواقع حاصل ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو اور ایک دوسرے کی مشکلوں کو سمجھنے میں مدد دیں گی۔ اور قومی تعمیر کے اہم مسائل کے متعلق سے جو آئینی تجاویز کو اجاگر کرنے کا کامیاب ذریعہ ثابت ہوں گی جو رائے عامہ کے منشا کے ایک جھلک میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ حضرات کی متفقہ رائے ایسی چیز نہیں جس سے کوئی حکومت بے وجہ بے اعتنائی کرے۔ میں آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ میرے معزز رفقا صدر المہام صاحبان متعلقہ کا اور میرا تعاون ہمیشہ حاصل رہے گا۔ قواعد میں بھی یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ آپ کے مشورے کا لحاظ کیا جائے گا اور اگر کسی مسئلہ میں صدر المہام متعلقہ کو اپنی کمیٹی کے مشورہ سے اختلاف ہو تو ان کی رائے مع وجوہ اختلاف صدر اعظم کے پاس پیش ہوگی اور اگر انہیں بھی اختلاف ہو تو آخری فیصلہ سے پہلے مسئلہ مجلس کے غور کے لئے واپس کیا جائے گا۔"

ماہ اسفندار کے رسالہ معلومات حیدرآباد دکن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسب فرمان خسروی متعلقہ صدر المہامین کے نام ایک دستور العمل ہدایات جاری کی گئی ہے جس میں ہدایت کی گئی ہے کہ صدر المہامین کو چاہئے کہ قانونی مجالس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں جس کے تحت وہ امور بھی مشاورتی مجالس میں پیش کئے جائیں جن کا پیش کرنا یا نہ کرنا صدر المہامین کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس طرح ان مجالس کا دائرہ عمل وسیع سے وسیع تر کر دیا گیا ہے اور وہ امور بھی اس میں شامل کر دئے گئے ہیں جو ان مجالس کے فرائض سے باہر تھے۔ یہ ہے ان مشاورتی مجالس کی نوعیت اور حیثیت جو حیدرآباد میں قائم کی گئی ہیں۔ کیا اس نوعیت کی مجالس کبھی جمہوریت پر قائم ہوئی ہیں؟ ہماری مشاورتی مجالس جمہوریت کے بالکل برعکس مقننہ کے بدل کے طور پر نہیں بلکہ مقننہ کے معاون کے طور پر قائم ہوئی ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان مجالس کے معائب اور محاسن کو سامنے رکھ کر تنقید کرنے کے بجائے ہمارے معاصر نے محض مخالفت کی خاطر مخالفت کی ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی کارآمد اور مفید مجالس کی مخالفت کیوں کی جا رہی ہے؟ اس کی وجہ صاف ہے۔ حیدرآباد میں جو دستور مرتب کیا گیا ہے اس کا منشاء پیشہ ور لیڈروں یا ایسے عناصر کو خوش کرنا نہیں ہے جو ہمیشہ ایک شور برپا کرتے رہتے ہیں۔ اس دستور کی تشکیل میں عامۃ الناس اور ملک کے مختلف طبقات اور مفادات کی فلاح و بہبود کے جذبات کارفرما ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دستور مفاداتی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس دستور کے تحت ملک کے جملہ مفادات کو نمائندگی حاصل ہو جاتی ہے مگر پیشہ ور لیڈر نمائندگی سے محروم رہتے ہیں۔ حیدرآباد کے دستور کے خلاف شور مچانے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ جہاں کسی ریاست یا کسی ملک کے دستور کا سوال پیدا ہوا یہ لیڈر اور ان کے زیر اثر بعض جرائد حیدرآباد کے دستور کو ہدف ملامت بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہ بات ان کی فطرت ثانی ہو چکی ہے۔

ہمارے اسی معاصر نے جس کے ایک اقتباس پر ہم نے سطور بالا میں تبصرہ کیا ہے اپنا اداریہ ذمہ دارانہ حکومت کے مطالبہ پر ختم کیا ہے۔ ہم نے اپنے معاصر سے بارہا دریافت کیا ہے کہ پیرا موئنٹسی کے نظریہ اور اس کی مداخلت کی موجودگی میں ذمہ دارانہ حکومت کا نعرہ کیا معنی رکھتا ہے؟ مگر معاصر موصوف پیرا موئنٹسی کے مسائل سے چشم پوشی کرتا رہا اور ذمہ دارانہ حکومت کا راگ بدستور الاپتا رہا۔ ہم اپنے معاصر کو پھر ایک بار اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس ملک کے پبلک کارکن بلدیہ کا نظم و نسق نہیں چلا سکتے وہاں ذمہ دارانہ حکومت کا نعرہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

کرایہ امکنہ پر کنٹرول کی ضرورت

ہم نے اپنی ۲۹ ... کی اشاعت میں حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی کہ کس طرح مکانوں کے ٹیکس میں خفیف سے اضافہ کو حیلہ بنا کر مالکان امکنہ من مانے کرایہ میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ہم نے اس امر پر بھی زور دیا تھا کہ جس طرح برطانوی ہند کے دوسرے علاقوں اور خود سکندرآباد میں قواعد مدافعت ہند کی دفعہ (۸۰) کے تحت کرایہ امکنہ پر کنٹرول قائم کیا گیا ہے اسی طرح حیدرآباد میں بھی کنٹرول قائم کرنا ضروری ہے۔ گزشتہ ہفتہ تقریباً تمام مقامی جرائد نے وقت کی اس اہم ضرورت کی جانب حکومت کو متوجہ کیا ہے۔ مقامی جرائد میں کرایہ داروں کی جو شکایتیں شائع ہوئی ہیں ان سے مالکان امکنہ کی زیادتیوں پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر پی آر نائک تحریر کرتے ہیں کہ۔

> مالکان مکان یا تو بہت زیادہ کرایہ کا مطالبہ کر رہے ہیں یا کرایہ داروں کو دھمکا رہے ہیں کہ ان کو مکان خالی کرنا پڑے گا۔ .... بعض صورتوں میں مالکان مکان محض دھمکیوں سے گزر کر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔ وہ ناجائز طریقوں سے کرایہ داروں کو دق کر رہے ہیں۔ حتی کہ تکلیف پہنچانے کے لئے ان کا پانی بند کر رہے ہیں۔ اس نازک زمانہ میں شہروں کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور نئے مکانات کا تعمیر کرنا بہت دشوار ہے۔ ان ہنگامی مشکلات میں رہائش کا سوال بھی کھانے اور کپڑے کے سوال کی طرح ہر شہری کی زندگی کا اہم ترین سوال بن گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا تحفظ کیا جائے تاکہ وہ ذرائع رہائش اور غذا سے محروم نہ ہو جائے۔

مالکان امکنہ اضافہ ٹیکس کو کرایہ میں اضافہ کا جواز بنا رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ٹیکس میں کتنا اضافہ ہوا۔ مکانات کا ٹیکس (۷½) فی صد تھا۔ ۱۳۵۳ف سے اس میں (۲½) فی صد اضافہ ہوا۔ اس طرح یہ اضافہ (۳۳) فی صد سالانہ ہے۔ مگر مالکان امکنہ (۳۳) فیصد سالانہ اضافہ ٹیکس کو حیلہ بنا کر کرایہ داروں سے ماہانہ (۳۳) فیصد سے زائد اور بعض صورتوں میں ماہانہ (۵۰) فیصد سے زائد وصول کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں مالکان امکنہ کی یہ ایسی نفع اندوزی ہے جس کا فوری سد باب ضروری ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت سرکار عالی کرایہ امکنہ کے مسئلہ پر عاجلانہ توجہ فرمائے گی اور ان طبقوں کو جو اشیائے یحتاج کی گرانی کی وجہ سے پہلے ہی سے پریشان ہیں اس نئی مصیبت سے نجات دلائے گی۔

اجناس روغن دار

پیشگی معاہدات کے استثناء کی صورت

حیدرآباد ۵ اسفندار۔ سررشتہ معلومات عامہ کا اعلان حسب ذیل ہے۔

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو حکم امتناع پیشگی معاہدہ اجناس روغن دار بابتہ ۱۳۵۳ف کے فقرہ ۵ کے تحت صدر اعظم باب حکومت کو حاصل ہیں، مندرجہ ذیل قسم کے معاہدات کو حکم مذکور کے احکام سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

"معرضہ اہتمام یا لونڈی کی ارنڈی بنولہ یا تل کے متعلق پیشگی معاہدات جو صیغہ ترجیح پر معروضہ طریقہ کے مطابق مال حوالہ کرنے سے متعلق ہوں۔

نیز ہدایات برائے حوالگی ——

ریلوے، رسائد یا جہاز کے مال کی بلٹیاں ——

جن کی رو سے معاہدات اشخاص ثالث کے نام قابل انتقال ہیں۔"

اشیاء یحتاج کی سربراہی عہدہ داران غیر خالصہ کو اختیارات

حیدرآباد ... اسفندار۔ سررشتہ معلومات عامہ نے حسب ذیل اعلان جاری کیا ہے۔

ہر گاہ قرین مصلحت ہے کہ علاقہ جات غیر خالصہ میں اشیاء یحتاج کی سربراہی کے متعلق محکمہ رسد سرکار عالی کے مجریہ احکام کی موثر طریقہ پر تعمیل کا انتظام کیا جائے لہٰذا بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ (۳) ضمن (۳) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی بابتہ ۱۳۵۰ف صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت کو حاصل ہیں بذریعہ ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ تاریخ اشاعت اعلان ہذا سے علاقہ صرف خاص مبارک اور ان علاقہ جات غیر خالصہ میں جنہیں عدالتی اختیارات حاصل ہیں محکمہ رسد سرکار عالی کے ان احکام کی تعمیل کے فرائض کے لئے جو تحت قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی بابتہ ۱۳۵۰ف نافذ کئے گئے ہیں یا آئندہ نافذ کئے جائیں علاقہ جات مذکور کے تعلقداروں، دوم تعلقداروں اور تحصیلداروں کو محکمہ رسد سرکار عالی کی نگرانی کے تابع وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو علاقہ دیوانی کے تعلقداروں، دوم تعلقداروں اور تحصیلداروں کو حاصل ہیں۔

ثقافتی ہم آہنگی اور معاشی ترقی

حیدرآباد کی تعلیمی پالیسی اعلیٰ تصوریت کی حامل ہے

خطوط واری زبانوں کو مناسب سہولتیں حاصل ہیں

(امور عامہ کے ایک متعلم کے قلم سے)

حکومت سرکار عالی کی تعلیمی پالیسی کا مقصد ملک کے مختلف طبقوں اور فرقوں کے درمیان باہمی ربط پیدا کرنا ہے۔

زبان اور مسلک کے اختلاف کے باوجود حیدرآباد کے عوام نے ایک ایسی ثقافت کو ترقی دی جو ہندوستان کے دیگر حصوں کے مقابل میں زیادہ ہم آہنگ اور اشتراکی ہے۔ انہوں نے ایک مشترکہ زبان کی بھی نشو و نما کی جسے دکنی اردو کہا جا سکتا ہے۔ ممالک محروسہ سرکار عالی کی رعایا کی اکثریت اس زبان کو بولتی اور سمجھتی ہے اسی طرح دکنی ثقافت ہندو مسلم اور جنوبی و شمالی ہند کی ثقافتوں کے خوشگوار امتزاج پر مشتمل ہے۔ ہندوستان اور باہر کے مفکرین نے عظیم تر ہندوستان کی تعمیر میں حیدرآباد اور اس کی ثقافت کی اس خصوصیت کو بڑا ممد و معاون قرار دیا ہے۔

حکومت حیدرآباد کا محکمہ تعلیمات اگر ان رجحانات کے خلاف کوئی پالیسی اختیار کرتا تو وہ نہ صرف حیدرآباد بلکہ سارے ہندوستان کے لئے مضر ثابت ہوتی۔ ان وجوہ کی بنا پر محکمہ تعلیمات نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان کی مشترکہ زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ تلنگی، مرہٹی اور کنڑی جیسی مقامی زبانوں کی ثقافتی اہمیت کا تحفظ کیا جائے۔

خطوط واری زبانوں کے لئے سہولتیں۔

یہ سہولتیں حسب ذیل طریقہ پر فراہم کی گئیں۔

الف۔ تمام طلبا کے لئے تحتانوی منزل اور ابتدائی جماعتوں کے لئے اٹھویں جماعت تک مادری زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا۔

ب۔ غیر اردو داں طلبا کے لئے اوسطی ثانوی منزل تک مادری زبان کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ بجز اس کے کہ وہ سنسکرت کو مادری زبان پر ترجیح دیں

ج۔ غیر اردو داں طلبا کے لئے یہ سہولت فراہم کی گئی کہ اعلیٰ ثانوی منزل میں بھی اگر وہ چاہیں تو مادری زبان کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

د۔ جامعہ عثمانیہ میں بھی اسی قسم کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں اور طلبا تمام جماعتوں میں مادری زبان کی تعلیم حاصل اور مقامی زبانوں میں ایم۔ اے بھی کر سکتے ہیں۔

ھ۔ بعد طیلسانی جماعتوں میں جو طلبا مقامی زبان کی تعلیم حاصل کرتے ہیں انھیں وظائف دئے جاتے ہیں۔

و۔ جامعہ کی ابتدا ہی سے تلنگی مرہٹی اور کنڑی کے مستقل شعبہ جات قائم ہیں جن کے صدر ممتاز و مشہور عالم ہیں۔

ز۔ جامعہ کے کتب خانے کے لئے مقامی زبانوں کے گراں قدر مخطوطات حاصل کر کے ان کا تحفظ کیا گیا۔

ح۔ شہر کے تمام سرکاری کتب خانوں میں تلنگی مرہٹی اور کنڑی کے شعبے قائم کرنے کے لئے مالی امداد دی جاتی ہے۔

ط۔ ان زبانوں سے متعلقہ ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں کی حکومت ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتی ہے۔

حیدرآبادیوں کے لئے اردو نہ تو غیر ملکی زبان ہے اور نہ کبھی رہی ہے بلکہ وہ گزشتہ تین صدیوں سے حیدرآباد میں رائج ہے اور ممالک محروسہ سرکار عالی کے سرحدی مقامات میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ تلنگانہ، مرہٹواڑی اور کرناٹک کے باشندے جب کبھی آپس میں ملتے ہیں تو اردو زبان ہی میں بات چیت کرتے ہیں غیر اردو طلبا بھی اپنے ذریعہ تعلیم کے لئے اردو ہی کا انتخاب کرتے ہیں جو حکومت کی سرکاری زبان ہے۔

اردو ترقی میں سد راہ نہیں

اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کی وجہ سے غیر اردو داں طلبا کی تعلیمی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ زیادہ تر ہندو طلبا ہی جامعہ کے امتحانات میں امتیاز حاصل کرتے ہیں جامعہ کے جنتریات سے ظاہر ہے کہ مختلف فنون میں زیر تعلیم ہندو طلبا کی تعداد (۶۰) فی صد ہے اور اسی طرح سائنس، انجینیرنگ اور میڈیکل کالج میں ان کی تعداد (۷۰) فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ ان اعداد و شمار سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جانی چاہئیں۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ جو لوگ حکومت سرکار عالی کی تعلیمی پالیسی پر زور و شور کے ساتھ نکتہ چینی کرتے ہیں وہ ماہرین تعلیم نہیں۔ اس حیثیت سے بہت ہی کم ماہرین تعلیم ایسے ہیں جن کا تعلق برطانوی ہند سے ہے اور جو ممالک محروسہ سرکار عالی کی معاشی اور سماجی حالات سے زیادہ تر نا واقف ہوتے ہیں۔

پیشہ ورانہ تعلیم کی طرف رجحان۔

یہاں اس امر پر دوبارہ زور دیا جاتا ہے کہ حیدرآباد میں تعلیم کا مقصد ثقافتی ہم آہنگی اور معاشی ترقی ہے حیدرآباد نے اپنی تعلیمی پالیسی کو اس طرح ڈھالا ہے کہ ایک طرف تو وہ ثقافتی ہم آہنگی کے لئے ساز گار ہے تو دوسری طرف معاشی میدان میں بھی طالب علم کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہی امور اور پیشوں کی تعلیم کو نصاب میں داخل کرنے کی وجہ سے طلبا کی عظیم اکثریت کو ترقی ملی اور طلبا و حکومت کی تعلیمی پالیسی کے خلاف پروپگنڈے سے متاثر نہ ہوئے۔ یہ پالیسی مشترکہ دکنی قومیت کے حصول کی امتزاجی کوشش مفاہمت اور اتفاق کا حاصل ہے جو مختلف زبانوں اور مسلکوں کی پابندیوں سے بالا ہے جو لوگ اس میں رخنہ اندازیاں کرتے ہیں انھیں ثقافتی ہم آہنگی اور قومی ترقی کا حامی نہیں کہا جا سکتا۔

تاحصول اتفاق قابل عمل۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں مقامی زبانیں کبھی بھی ذریعہ تعلیم نہیں رہیں لہذا جو تبدیلی عمل میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ مقامی زبانوں کی بجائے نہیں بلکہ انگریزی کی بجائے اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا (معلومات حیدرآباد)

تیسری کل ہند اردو کانفرنس

ناگپور ۹ جنوری۔ تیسری کل ہند انجمن ترقی اردو کانفرنس جو ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۴۶ء کو ناگپور میں منعقد ہوگی اس کی صدارت نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی سابق صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی کریں گے اور توقع کی جاتی ہے کہ حکومت سرکار عالی کے بجٹ میر اس کانفرنس کا افتتاح کریں گے۔ سر راس مسعود اور ممتاز ماہرین تعلیم مثلاً ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر شفاعت احمد خاں، سر رضا علی، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، مولوی عبد الحق اور سر سید رضا علی، نواب کمال یار جنگ بہادر، مولانا عبد الماجد دریابادی، الحاج صدیقی اور دیگر احباب کانفرنس میں شرکت کریں گے۔ نواب علی امین نواز جنگ اور مولوی محمد ابراہیم اور مولوی محمد نعیم مجلس مذکور کے صدر ہیں۔

کانفرنس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوگی کہ ۲۰ جنوری کو سر سید رضا علی کی صدارت میں ایک کل ہند مشاعرہ منعقد کیا جائے گا۔ آل انڈیا ریڈیو سے انتظامات کئے جا رہے ہیں کہ اس کل ہند مشاعرہ کو آل انڈیا ریڈیو کے مختلف اسٹیشنوں سے نشر کیا جائے۔

(یونائیٹیڈ پریس)

ہندوستان اور جمہوریت

"انڈی پنڈنٹ انڈیا" کا تبصرہ

عوام کی رضامندی سے حکومت چلانے کا ایک روایتی طریقہ پارلیمانی جمہوریت ہے۔ ہر تیسرے یا پانچویں سال عوام ایک پارلیمنٹ کا انتخاب کرتے ہیں اور پارلیمنٹ اکثریت کے ووٹ سے ایک چھوٹی سی کمیٹی حکومت چلانے کے لئے منتخب کرتی ہے جس کو کابینہ کہتے ہیں۔ نظریہ یہ ہے کہ کابینہ پارلیمنٹ کے آگے ذمہ دار ہو اور پارلیمنٹ ملک کے آگے۔ لیکن عملاً یہ دیکھا جاتا ہے کہ حکومت کی پالیسی کی تشکیل میں عوام الناس کا کوئی دخل ہوتا ہے اور نہ اثر۔ ہر تیسرے یا پانچویں سال جب عوام کی رضامندی ایک بار حاصل کر لی جاتی ہے تو ملک کے روز مرہ نظم و نسق میں عوام کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ جنگ کے بعد انگلستان میں یہ محسوس کیا گیا کہ عوام کی رضامندی سے حکومت چلانا کافی نہیں بلکہ عوام کا اشتراک عمل ضروری ہے۔ چنانچہ عوام نے حکومت کے ساتھ اشتراک عمل شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان نازی حملہ کا مقابلہ کر سکا۔ عوام نے اپنے ٹریڈ یونین، اپنی انجمن ہائے امداد باہمی اور مختلف اداروں کے ذریعہ نظم و نسق کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ اس اشتراک عمل کی وجہ سے حکومت کے لئے یہ بات آسان ہوگئی کہ سخت سے سخت قوانین جو زمانہ جنگ میں ضروری ہوتے ہیں نافذ کر سکے۔

اس جنگ سے یہ سبق ملا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے سارے جمہوری قوتوں کو حرکت میں لانا ضروری ہے۔ اگر جمہوریت کو باقی رہنا ہے تو اس کو انتخابات اور پارلیمانی مباحث تک محدود نہ رہنا چاہئے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو جاری و ساری ہونا ضروری ہے۔ جمہوریت کو نہ صرف عوام کی رضامندی حاصل کرنی چاہئے بلکہ ان کا اشتراک عمل بھی۔ اس قسم کی تبدیلی کس طرح پیدا کی جائے اور عوام کی رضامندی کے ساتھ ان کا اشتراک عمل کس طرح حاصل کیا جائے آج سارے جمہوری ممالک کے مفکرین کے لئے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ نظم و نسق چلانے کا مسئلہ دن بدن پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے لئے خصوصی تربیت یافتہ ماہرین کی ضرورت ہے۔ اگر نظم و نسق ماہرین کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ حکومت بہت اہل اور کارکرد ہوگی مگر یہ جمہوریت نہ ہوگی۔ وقت کا سوال یہ ہے کہ کارکرد حکومت اور عوام کے اشتراک کو کس طرح کیا جائے؟ پارلیمانی جمہوریت کے نقائص سوچنے والے دماغوں کو کسی نئے تجربہ کی طرف مائل کر رہے

ہندوستان میں سیاسی تفکر ــــ جس حد تک کہ وہ فاسطیت کی طرف مائل نہیں ہے ــــ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے پارلیمانی جمہوریت کے تصورات پر مبنی ہے۔ ہندوستان نے ابھی یہ محسوس نہیں کیا کہ یہ تصورات ایک ایسے عہد سے تعلق رکھتے ہیں جو گزر گیا ہے۔ سیاسی آزادی کوئی معنے نہیں رکھتی تاوقتیکہ وہ سماجی آزادی کی ضامن نہ ہو۔ پارلیمانی جمہوریت ایک بے جان سی چیز ہے اگر وہ سماجی جمہوریت میں منتقل نہ ہو جائے۔ اس نظریہ کو یورپ اور امریکہ کے ترقی پسند سیاسی مفکرین نے قبول کر لیا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ایک گزشتہ عہد کے فرسودہ اور متروک تصورات اب تک مسلط ہیں۔ ہندوستان کے سامنے جو سیاسی نصب العین ہے اور جن سیاسی اداروں کا وہ مطالبہ کر رہا ہے وہ انیسویں صدی کے یورپ کی پیداوار ہیں۔ پارلیمانی جمہوریت کا نصب العین قدیم سیاست دانوں کو بہت مرغوب ہے کیونکہ انہوں نے پچاس سال قبل جو کچھ مدارس اور کالجوں میں پڑھ رکھا ہے اس کو بھول نہیں سکتے اور اس کی جگہ کوئی نئے تصورات اخذ نہیں کر سکتے۔ لیکن نوجوان سیاسی مفکرین اور سیاسی کارکن ان فرسودہ تصورات سے آگے کیوں نہیں بڑھتے اور زندگی کی اس کھلی کتاب سے سبق کیوں نہیں لیتے؟ انہیں چاہئے کہ تازہ ترین تصورات سے واقفیت حاصل کریں اور ان تجربوں کا مطالعہ کریں جو دوسرے ممالک میں بہتر نظم و نسق کے لئے عمل میں لائے گئے ہیں تاکہ ان کا ملک انہی غلطیوں کو نہ دہرائے۔

اکثر سیاسی پیچیدگیاں جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پارلیمانی جمہوریت کے طریقوں پر بغیر سوچے سمجھے اصرار کیا گیا ہے۔ ایک زمانہ میں نظم و نسق چلانے کے لئے عوام کی مرضی معلوم کرنے کا ممکن ہے یہ ایک موثر طریقہ ثابت ہوا ہو۔ مگر اب صورت حال ایسی نہیں ہے۔ عہد جدید کی پارلیمانی جمہوریت عوام کی مرضی معلوم کر سکتی ہے اور نہ عوام کی مرضی کو روبہ عمل لا سکتی ہے۔ پارلیمانی حکومت برائے نام عوام کی حکومت عوام کے ذریعہ ہے۔ عملاً یہ عوام کی حکومت ایسی ہے جس کو ایک چھوٹی سی جماعت چلاتی ہے اور یہ چھوٹی سی جماعت اپنی معاشی قوت کی بنا پر انتخابات میں اپنے نمائندوں کو کامیاب کراتی ہے۔ ہندوستان میں اس قسم کی حکومت کے قیام پر آخر کیوں اصرار کیا جا رہا ہے؟ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ جو لوگ اس طرح اصرار کر رہے ہیں وہ حقیقی جمہوریت کو ترقی دینے کے بجائے ایک چھوٹی سی جماعت کے مفاد کا تحفظ چاہتے ہیں۔

گزشتہ جنگ اور حالیہ جنگ کے درمیانی وقفہ میں جو تلخ تجربہ حاصل ہوا ہے اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر جمہوریت کو باقی رہنا ہے تو اسے انیسویں صدی کی پارلیمانی جمہوریت کے تصور سے آگے بڑھنا چاہئے۔ حالیہ جنگ کا تجربہ بھی اسی حقیقت کی توثیق کرتا ہے۔ ہندوستان بھی اس تجربہ سے سبق کیوں نہ لے۔ پارلیمانی جمہوریت نہ صرف اپنے مقصد میں ناکام رہی بلکہ اس مقصد کو نقصان پہونچایا۔ جب ایک بار ہندوستان اس حقیقت کو سمجھے گا اور اپنے نصب العین میں ضروری تبدیلی کرے گا اس وقت وہ پیچیدگیاں جو پارلیمانی جمہوریت سے متعلق شبہات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں رفع ہو سکیں گی۔ مقصد یہ ہونا چاہئے کہ حقیقی معنوں میں عوام کی حکومت قائم ہو نہ کہ کسی جماعت یا اس جماعت کی حکومت۔ عوام کا اشتراک عمل حاصل کرنے کے طریقے دریافت کرنے ہوں گے۔ اس سے ہندوستان میں حقیقی جمہوریت کا نشو و نما ہوگا۔ جو لوگ آزادی اور جمہوریت کے لئے لڑ رہے ہیں انہیں اس طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اٹھارویں اور انیسویں صدی کے نظریات کو خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ دنیا ترقی کر رہی اور ترقی کے دوران میں نئے تصورات پیدا ہو رہے ہیں اور نئے سیاسی طریقے دریافت کئے جا رہے ہیں ہندوستان کو مغربی جمہوریتوں کے اتارے ہوئے کپڑے پہننے پر فخر کرنا چاہئے۔ دنیا میں ایک نئی قسم کی جمہوریت پیدا ہو رہی ہے۔ ایسی جمہوریت جس میں نہ صرف انتخابات کے وقت عوام کی رضامندی حاصل کی جائے گی بلکہ ان کا اشتراک عمل بھی۔ اس قسم کی جمہوریت کو ہندوستان کا نصب العین بنانا چاہئے اور ہندوستان کو پارلیمانی جمہوریت کے فرسودہ نصب العین کے پیچھے نہ دوڑنا چاہئے۔

امتحان اعلیٰ ثانوی میں طالبات کو خانگی شرکت کی اجازت

حیدرآباد ۱۰ اسفندار۔ اب تک قواعد امتحان اعلیٰ ثانوی کے تحت طلبا یا طالبات کو خانگی طور پر شریک ہونے کی اجازت نہ تھی لیکن اب طالبات کی سہولت کے مد نظر عارضی طور پر دو سال کے لئے یعنی ۱۳۵۶ف تک صرف طالبات کو امتحان اعلیٰ ثانوی میں خانگی طور سے شریک ہونے کی اس شرط سے اجازت دئے جانے کا فیصلہ ہوا ہے کہ ایسی طالبات کسی مسلمہ سرکاری مدرسہ فوقانیہ کے آزمائشی امتحان میں شریک ہوں اور صدر صاحب یا صدر صاحبہ متعلقہ اس امر کی تصدیق کریں کہ انہوں نے نصاب کی تکمیل کر لی ہے اور وہ امتحان اعلیٰ ثانوی میں شرکت کے قابل ہیں۔ امسال چونکہ فیس داخل کرنے کی تاریخ گزر چکی ہے لہٰذا امسال کی حد تک خانگی طور پر شریک ہونے والی

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

دفتریت کی ایک مثال ملاحظہ ہو:۔

دفتریت اور سرخ فیتے کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔ محکمۂ رسد دہلی کے عیوض خریداری نے لکڑی صاف کرنے کے لئے ایک روغن کی شیشی کے لئے جس کی قیمت پانچ روپے ہوگی آٹھ صفحہ کا ایک ٹنڈر فارم تاجروں کے نام بذریعہ رجسٹری روانہ کیا۔ اور ہر لفافہ پر (۱/۲) آنے کے ٹکٹ چسپاں تھے۔ حیرت ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے لئے اتنے قیمتی خطوط روانہ کئے گئے۔ عملہ کا وقت بھی خراب ہوا اور کاغذ کا اتلاف بھی۔ (ماخوذ از ٹائمز آف انڈیا)

یہ خبر صرف اُنہی حضرات کو پڑھنی چاہیئے جو برطانوی ہند کے نظم ونسق کو وقت بے وقت بطور مثال پیش کرتے رہتے ہیں۔

ریاست جے پور کے دستوری اصلاحات پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "رعیت" نے تحریر کیا ہے کہ:۔

"ہم (حیدرآبادی) تعلیمی، معاشرتی اور معاشی ترقی کے لحاظ سے جے پور کے مقابلہ میں مسلمہ طور پر ترقی یافتہ رہنے کے باوجود سیاسی اور دستوری ترقی کے میدان میں بہت پیچھے ہیں۔"

ایک مراسلہ نگار نے دریافت کیا ہے کہ سیاسی اور دستوری ترقی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تعلیمی، معاشرتی، اور معاشی ترقی ہو اور جب یہ سب کچھ ہمیں دستوری ترقی کے بغیر حاصل ہیں تو پھر دستوری اصلاحات کی کیا ضرورت ہے؟

ہمارا جواب یہ ہے کہ تعلیمی، معاشرتی اور معاشی ترقی کے لئے دستوری ترقی کی ضرورت نہیں لیکن لیڈروں کو وزارت کی کرسیوں تک پہنچانے کے لئے دستوری اور سیاسی ترقی لازمی ہے۔

ڈاکٹر خان صاحب نے ہندوستان میں ایک کمیونسٹ طرز حکومت کا خاکہ کھینچا اور کہا کہ معاشی مساوات ہی بہترین ۔۔۔

کمیونسٹ ہیرو (اسوسی ایٹیڈ پریس)

جس نے تو کامریڈ ایم این رائے کو کانگریس سے نکال باہر کیا گیا کیونکہ ایک جماعت میں دو کمیونسٹ نہیں رہ سکتے تھے۔

حیدرآباد میں اشخاص ممالک غیر پر پابندیاں (ایک خبر) ممالک غیر میں شمالی اور جنوبی ہند داخل نہیں ہیں۔

ایک اور خبر رساں میں اس نے (مسلم لیگ نے) نگرانی اجلاس کے ساتھ راتب بندی کی بھی تائید کی اور نہیں معلوم کن مصلحتوں کی بناء پر اس نے ایسا کیا اور راتب بندی کے مصائب کو دعوت دی۔ (ترجمان ملت)

"ترجمان ملت" کی رائے کے خلاف راتب بندی کی تائید کرنا گناہ عظیم ہے۔ "ترجمان ملت" کو چاہیئے تھا کہ ارکان مسلم لیگ کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا مگر "نہیں معلوم کن مصلحتوں کی بناء پر اس نے ایسا نہیں کیا"۔

---

۲۰ ڈسمبر کو "قائد ملت" نے مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کی جو بیان کیا جاتا ہے کہ بذریعہ ڈاک حیدرآباد روانہ کی گئی۔ مگر یہ تقریر پندرہ یوم کے وقفہ کے بعد ۷ جنوری کو "ترجمان ملت" میں شائع ہوئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اس تاخیر کی ذمہ داری سررشتہ ڈاک کی سست رفتاری پر کس حد تک عائد ہوتی ہے۔

مگر بعض واقف کار حضرات اس تاخیر کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ تقریر کراچی سے براہ بیت الامت "سیم باد" جداگانہ کو روانہ کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب

اس تقریر کی ابتداء میں قائد ملت نے فرمایا:۔

"مسلم لیگ کا اجلاس ختم ہو چکا اور حسب روایات قدیم آپ کو مخاطب کرنے کے لئے کھڑا ہوں"۔

ایک صاحب کا خیال ہے کہ اس تقریر کا مسلم لیگ کے جلسہ اور روایات سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ تعلق ہو یا نہ ہو۔

بیگانہ مرد باکام چون عدو حساب اندر

"قائد ملت" نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ:۔

"دہلی میں ہم نے حکومت برطانیہ کو آخری نوٹس دے دی اور آج آل انڈیا مسلم لیگ نے کونسل آف ایکشن کی تجویز پاس کرکے اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر پاکستان پرامن نہیں مل رہا ہے تو ہم بزور حاصل کریں گے"۔

ہم نے حکومت برطانیہ کو آخری نوٹس دے دی؟

کیا قائداعظم اور قائد ملت دونوں نے مل کر نوٹس دی یا صرف قائد ملت نے؟ آخر "ہم" سے کیا مراد ہے؟ خیر کچھ ہو، ہمیں تو اس خبر سے مسرت ہوئی کہ پاکستان کے جھگڑے قائداعظم کے سپرد کرکے قائد ملت بخیر و عافیت حیدرآباد پہنچ گئے۔

مسلمانان ہند کو قائد ملت نے یہ تلقین فرمائی کہ:۔

"جلسوں کا منعقد کرلینا تجاویز کا پاس کرلینا تقریریں کرنا تقریریں سننا کسی قوم کی زندگی میں انقلاب پیدا نہیں کرسکتا۔"

یہ محض اتفاق ہے کہ حیدرآباد میں "قائد ملت" نے انہی جلسوں اور جلوسوں سے قوم کو شمشیر بران اور تیغ نیم کش بنا دیا اور ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ اس کے جھٹکے کشمیر میں بھی محسوس ہوئے۔ غلط ہو تو کشمیر جا کر دیکھ لیجئے۔

حصول پاکستان کے لئے قائد ملت نے اپنے عزم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:۔

"میں آپ کو اس اجلاس کے سامنے تمام سپاہ کو مشتاق ہو رہا ہوں کو اور شیخ پر جمکتے ہوئے سورج کو اور سمانے کو روئے زمین کو اور خود خدائے قادر وقیوم کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ مجھے اس راستہ کی کٹھن سے کٹھن منزل پر بھی پیچھے نہ پائیں گے"۔

یہ کوئی نہیں صرف خطیبانہ بلند آہنگی ہے جس سے حیدرآباد کے باشندے خوب واقف ہیں۔ اگر لیگ کے آئندہ اجلاس تک یہ تقریر حافظۃ المسلمین کو یاد رہے تو ہم آئندہ سال اس پر تنقید کریں گے فی الحال قارئین کو چاہئے کہ اس تقریر کو پڑھ کر سماعت شکن تالیاں بجائیں۔

ہندوستانی صورت حال پر مسٹر امیری کی تقریر

پارک ۹ / جنوری۔ یہاں کل تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایل۔ ایس ایمری وزیر ہند نے بنگال کے حالیہ غذائی جھگڑے اور ہندوستان کے دستوری مستقبل کا حوالہ دیا۔ آپ نے کہا کہ ابھی ایک سال قبل ۱۹۴۲ء کے اختتام پر جو وقت ہندوستان کے مغربی، وسطی اور جنوبی حصہ میں فصل کی ناکامی کی پیش بینی کی گئی، مرکزی حکومت اور ہندوستان کے صوبہ جاتی حکومتوں کی دوراندیشی اور تعاون کے ذریعہ اس قحط کو دور کیا گیا سمندر پار سے بھی غیر معمولی مقدار میں غلہ کے جہاز آئے جس کو باوجود سخت مشکلات کے برطانیہ فراہم کرنے کے قابل ہوا۔ اس کے علاوہ گزشتہ سال موسم بہار میں بنگال میں غیر معمولی طور پر گیہوں کی اچھی فصل ہوئی۔ سارے کاموں میں جس نے حکومت ہند کو متوجہ کر لیا، مسٹر ایمری نے کہا کہ صوبہ بنگال نے کوئی حصہ ادا نہیں کیا۔ صوبہ جاتی حکومتوں کی ڈسمبر والی کانفرنس میں وزیر اعظم بنگال نے کہا صوبہ خود اپنی ہی دیکھ بھال کر سکتا ہے۔ یہ پیش قیاسی بنگال کی چاولوں کی فصل کے اعداد کی روشنی میں غیر حق بجانب نہیں ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس اعلان کے چند ہی ہفتے بعد بنگال کی چاول کی فصل بہت ہی ناکام ثابت ہوئی اور صوبہ کو دس لاکھ ٹن سے زائد خام غذا کی قلت کا سامنا کرنا پڑا جب مرکزی حکومت کی توجہ بنگال کے نازک غذائی موقف کی جانب مبذول کرائی گئی تو دوسرے مقامات سے اس صوبہ میں غذا آمیزی سے روانہ کرنے میں ہر امکانی چیز کی گئی۔ جب کلکتہ کو اناج پہنچا تو معلوم ہوا کہ اندرونی علاقہ میں غلہ کو تقسیم کرنے کے لئے رسل و رسائل کے انتظامات موزوں نہیں ہیں۔ اس لئے فوج کو طلب کیا گیا۔ اس زبردست سعی کے نتیجہ پر بنگال کے قحط کا موقف اب ختم ہو جانا خیال کیا جا سکتا ہے۔ مگر قحط کے اثرات جو کم غذائیت کی وجہ سے بیماریوں کی شکل میں نمودار ہوئے وہ اپنے آپ کو بہت ہی تباہ کن ثابت کئے۔ پھر یہاں بھی محکمہ صحت کی مدد کرنے کے لئے فوج کی امداد طلب کی گئی اور اب فوج ... دواخانے اور ۳۰۰ گشتی دواخانے چلا رہی ہے۔ مستقبل کے لئے معقول انتظام فصل کی اچھی تقسیم اور ذخیرہ کرنے کے پراثر انسدادی تدابیر ہے۔ اس نسخہ کے ساتھ کو پھر وجود میں آنا چاہئے مرکزی حکومت ہند کے لئے ابتدائی مداخلت یا تعلق تہارت کے بغیر صوبہ جاتی حکومت کی اس مرحلہ کا سامنا کرنے میں ناکامی، ہندوستانی آزادی کی ترقی یافتہ توسیع کے تمام اصول اور ہندوستانی وزراء کے جس کا ہم نے وعدہ کیا مخالف ہے۔ لیکن حکومت ہند نے اس کو واضح کر دیا کہ وہ خاص اختیارات کے استعمال میں پس و پیش نہیں کرے گی جو کہ اس کو یہ یقین کرنے کے لئے عطا کئے ہیں کہ ہندوستان میں زندگی موثر طور پر جاری ہے۔

کرپس کے پیشکش کو کیوں رد کیا گیا

کرپس کے پیشکش کے قبول سے انکار کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر ایمری نے کہا کہ آپ کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ایک اصل وجہ جو اس انکار کا باعث ہوئی وہ یہ ہے کہ پیشکش برطانیہ نے نازک تر حالات کے زمانہ میں کیا اور اس احساس کے تحت کہ وہ ان کے ساتھ اب زیادہ نہیں کھڑے رہے گی جب ایک مرتبہ فتح کا یقین ہو جائے۔ برطانیہ کے سارے مطمح نظر اور مقاصد سے مزید مکمل اختلاف نہیں ہو سکتا کوئی قطعیت اور دنیا کی حقیقی امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایشیا اور ساتھ ہی ساتھ یورپ کے خطرناک درندے کا قلع قمع نہ کیا جائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کو بیرونی تسلط سے آزاد ہونا چاہئے اور خوف اور ضروریات سے بھی آزاد ہونا چاہئے جو اندرونی اختلاف اور نزاع کا ناگزیر نتیجہ ہے۔ اس قسم کے قطعی حل کے تیار کرنے کا موقع جس کی کہ ضرورت ہے گزشتہ تین سال سے کھلا ہوا ہے اور آپ کی ایک شکایت ہے کہ اس موقع سے فائدے اٹھانے کی خواہش بہت معمولی سی عملی شہادت رہی ہے لیکن حضرت ہر مخالف عنصر کا متواتر مطالبہ کہ ہم ہر ایک کے سامنے مطالبات کو ہر دوسرے کے حقوق اور مطالبات کو نظرانداز کرتے ہوئے منظور کریں۔ اس کے باوجود آپ کو اعتماد ہے کہ جب وقت آئے تو ہندوستانی سیاست پر اثر طور پر خود اپنے آگے کے مسائل کو پیش نظر رکھے گی اور باہمی سمجھوتہ اور اتحاد کرے گی جو متفقہ دستور کے لئے ضروری ہے۔ (رائٹر)

دستور عرب کی تدوین کے لئے

مصر و لبنان میں ابتدائی بحث و تمحیص

قاہرہ ۱۰ / جنوری۔ اتحاد عرب کا صدیوں قدیم کا تصور آج ایک قریب تر آ گیا ہے جب دستور عرب کی تدوین کے لئے لبنان اور مصریوں میں ابتدائی بحث و تمحیص شروع ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز مکہ مکرمہ سے کل کی دلچسپی کے ساتھ ہوا اور اس کے روبرو حسب ذیل مسائل زیر غور ہیں۔

(۱) صلح کانفرنس اور مابعد جنگ بین الدول تنظیم سے اسلام کے تعلق کی نسبت ایک عرب نظام نامہ۔ (۲) فلسطین و عرب و یہود مسئلہ پر غور و خوض۔

یہ گفتگو ان مباحث کی ایک کڑی ہے جو مصری حکومت نے اسکندریہ اور قاہرہ میں عراق و شام اور سعودی عرب کے نمائندوں سے کئے تھے۔

کانفرنس کا انعقاد اتحاد عرب کے اس تحریک کے تحت ہو رہا ہے جو دفعتہ لبنان میں کارفرما ہے۔

کانفرنس کا آغاز یکشنبہ کو مصری وزارت خارجہ میں ہو گا (رائٹر)

امیر فیصل کے تاثرات

قاہرہ۔ (بذریعہ ہوائی ڈاک) سعودی عرب کے وزیر خارجہ اور حجاز میں جلالۃ الملک ابن سعود کے نائب ہز رائل ہائی نس فیصل نے ایک اخباری نمائندے سے ملاقات کرتے ہوئے اپنے امریکہ اور برطانیہ کے دورے کے متعلق اظہار خیال کیا۔

امیر موصوف نے اپنے بھائی ہز ہائی نس امیر خالد کے ساتھ برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ کا طویل سفر کرنے کے بعد سعودی عرب واپس جاتے ہوئے قاہرہ میں قیام کیا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ سفر جو زیادہ تر ہوائی جہاز کے ذریعہ کیا گیا نہایت آرام دہ تھا اور اگرچہ ہم نے اور ہمارے عملے نے ہزاروں میل کا سفر کیا لیکن ہمیں ذرا بھی تکان محسوس نہیں ہوئی۔

امیر موصوف نے برطانیہ اور ریاست ہائے متحدہ کی زمانہ جنگ کی زندگی کے متعلق فرمایا۔ "دونوں ملکوں میں نہایت تن دہی سرگرمی کے ساتھ کام ہو رہا ہے اور ہر شخص فتح کے حصول کے لئے کام میں مصروف ہے۔ لیکن امریکہ پر برطانیہ کے بہ نسبت جنگ کا کم اثر پڑا ہے کیونکہ وہ جنگی میدانوں سے بہت دور ہے۔ برطانیہ میں آپ کو جنگ کے اثرات ہر جگہ نظر آئیں گے۔"

جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا آپ نے مشرق وسطی کے متعلق برطانوی اور امریکی رہنماؤں سے گفتگو کی تو آپ نے بتایا کہ میں ان کے ساتھ سیاسی مسائل پر تبادلہ خیال نہیں کیا۔ امیر نے ان اطلاعات کی تردید کی جو ان کے سفر کے دوران میں اخبارات میں شائع ہوئی تھیں اور جن کا مفاد یہ تھا کہ وہ سعودی عرب کے معدنی وسائل کے بارے میں گفت و شنید کر رہے تھے۔

پور الکوحل

از

جناب نظیر حسین صاحب افندی

دنیا کی کوئی صنعت اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے By products یعنی ضمنی حاصل کا بجا طور پر مصرف نہ معلوم کرلے چنانچہ ہماری شکر فیاکٹری قائم ہونے کے بعد اس فیاکٹری کا ضمنی حاصل ملاسس (Molasses) کا بجا استعمال نہایت ضروری تھا۔ ملاسس سے مراد وہ شئے ہے جو شکر کے وصل کرلینے کے بعد بچ رہتا ہے اس کو عام زبان میں راب کہتے ہیں۔ ملاسس یا راب میں محولی شکریں (Reducing Sugars) پائے جاتے ہیں جن سے سفید شکر بنائی جاسکتی ہے۔ پور الکوحل فیاکٹری قائم ہونے سے پیشتر اس کو نالیوں کے ذریعہ فیکٹری سے بہت دور لے جاکر پھینک دیا جاتا تھا اس کے لئے غیر ضروری کثیر صرفہ لاحق ہوتا تھا۔ نیز اس عمل سے بودھن کے اطراف و اکناف معموروں میں ملاسس یا راب کے سڑنے کی وجہ سے خراب گیس پیدا ہو کر ساکنین فیکٹری کالونی (Population) کی صحت پر مضر اثرات مرتب کرتے تھے اسی زمانہ میں جنگ کے آغاز ہونے کا امکان پیدا ہو رہا تھا ایسے نازک وقت پر مولوی میر لائق علی صاحب جنرل ڈائرکٹر کے حساس ذہن نے شکر فیکٹری کے ضمنی حاصل ([illegible] Products) کی طرف عاملانہ توجہ فرمائی، اور پور الکوحل فیکٹری کے قیام کی کارروائی شروع فرماکر شہر لائل (Melle) فرانس کے علاوہ سے موجودہ پور الکوحل فیکٹری کے پلانٹ (Plant) کا آرڈر فرماکر نصب فرمایا۔ ایسے وقت میں جب کہ زندگی نایاب اور اسباب زندگی نایاب ہوگئے ہیں ملک کی ضروریات کی طرف آپ کی خاص توجہ سے ہندوستان کی ایک عدیم المثال پور الکوحل فیکٹری کا قیام عمل میں آیا۔ ہماری گورنمنٹ خود ایک زمانہ سے اس امر کی طرف توجہ فرمارہی تھی ایسی فیکٹری کے قائم کرنے میں تامل رہی چنانچہ اسی مقصد کے لئے کاماریڈی میں الکوحل فیکٹری قائم کی گئی اور اس کا نام بھی پور الکوحل فیکٹری رکھا گیا تھا مگر پور الکوحل کسی طرح سے نہیں بن سکی وہاں صرف معمولی رکٹی فائیڈ اسپرٹ تیار ہوتا ہے جس سے شراب وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ ہماری بودھن کی پور الکوحل فیاکٹری نہ صرف ہندوستان کے لئے نایاب ہے بلکہ سارے مشرق میں اس نوع کا یہ ایک واحد پلانٹ تصور کیا جاتا ہے۔

الکوحل کیا چیز ہے۔ قدیم زمانہ سے لوگ واقف ہیں ہر ایک شراب میں اس کا جز پایا جاتا ہے جو نشہ تیز اثر رکھتا ہے۔ اسی سے بے ہوشی طاری رہتی ہے جبکہ زیادہ مقدار میں اس کا استعمال کرلیا جاتا ہے الکوحل میں کاربن، ہیڈروجن اور آکسیجن پائے جاتے ہیں جن کی فی صدی ترکیب یہ ہے۔

کاربن = ۵۲٫۱۲ فی صد۔

ہیڈروجن = ۱۳٫۱۲ "

آکسیجن = ۳۴٫۷۵ "

پٹرول میں صرف کاربن اور ہیڈروجن پائے جاتے ہیں جس میں ۸۲ فی صد کاربن اور ۱۸ فی صد ہیڈروجن ہوتی ہے۔ پٹرول میں کاربن کا تناسب الکوحل کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے عام طور پر بہت سے لوگ الکوحل کی خفیہ کشید کرتے ہیں اور اسکو ناجائز آبکاری گرفت کرنے کے قصد سے چلاتے ہیں اس سے نتیجہ ہے کہ الکوحل ہر جگہ تیار ہوسکتا ہے۔ مگر ایسے تیار کئے ہوئے الکوحل میں پانی کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جو صرف منشیات کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے۔

پور الکوحل ایک مختلف شئے ہے جس میں پانی کے اجزا ارشامہ کے طور پر بھی نہیں ہوتے ہماری فیاکٹری ۹۹٫۹ فی صد قوت کا الکوحل تیار کرسکتی ہے جو تقریباً صد فی صد کے مماثل ہے۔

اس وقت تک الکوحل ہندوستان کے کسی شہر میں اتنی کثیر مقدار میں تیار نہیں ہوتا۔ بیرون ملک کا تیار کیا ہوا الکوحل جس کی قوت صرف ۹۹٫۸ فی صد ہے کل بجائے [illegible] روپیہ فی پونڈ کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ یعنی ایک گیلن کی قیمت پانچ سو روپیہ ہوتی ہے یہ جانتے ہیں کہ ہماری الکوحل فیاکٹری بیرون ممالک کے تیار کئے ہوئے الکوحل سے زیادہ قوت والا تیار کرتی ہے اس کی قیمت پٹرول کی قیمت کے مماثل رکھی گئی ہے کیا یہ امر ہمارے ملک کی خوش قسمتی کا باعث نہیں ہے؟

الکوحل مختلف اشیاء سے تیار کیا جاسکتا ہے اناج مثلاً چاول، گیہوں، مکئی، جوار وغیرہ ترکاری آلو شکر قند، جملہ میوہ جات مثلاً [illegible] سیب وغیرہ شکریں سلیلوز، نشاستہ، لکڑی وغیرہ۔

عام اشیاء جن سب سے آسانی سے حاصل ہونے والی شئے ہمارے پاس ملاسس یعنی راب ہے اسی لئے ہم ملاسس سے الکوحل تیار کرتے ہیں تاکہ تیاری کا صرفہ نہایت ہی قلیل ہو۔ بہ نسبت ان اشیاء کے جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے۔

الکوحل کی تیاری کے لئے سب سے پہلے ہم کو ایک موزوں اور مناسب خمیر کی ضرورت ہے۔ جو خمیر ہم اپنی فیکٹری میں استعمال کرتے ہیں وہ ایسٹ (Yeast) کہلاتا ہے۔ یہ ایک قسم کی خوردبینی جاندار شئے پر مشتمل ہے اس کو خاص طور پر ہم اپنے تجربہ خانہ میں تیار کرتے ہیں ایسٹ کے کئی اقسام ہیں (Saccharomyces cerevisiae) ہوتی ہے جب خمیر شکر کے محلول میں ملا دیا جاتا ہے تو الکوحلی تخمیر شروع ہوجاتی ہے۔ شکر دو اجزا میں بٹ جاتی ہے ایک تو الکوحل ہے اور دوسری شئے کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO_2) جب الکوحل شکر کے محلول میں اکثر مقدار میں پیدا ہوجاتا ہے تو اس الکوحلی محلول کو کشید گاہ میں لے جاتے ہیں جس کو ہم [illegible] کہتے ہیں یہ آلہ کئی تانبے کے طبقات پر مشتمل ہوتا ہے جہاں سے الکوحل پانی کے ساتھ مل کر علحدہ ہوتا ہے اس لئے الکوحل کو پھر دوسرے آلہ کئی قائم ([illegible]) میں بھیجا جاتا ہے جہاں سے اپنے پانی کو علحدہ کرتا ہوا الکوحل [illegible] ۹۶ فی صد تک پہنچ جاتی ہے جس کو رکٹی فائیڈ اسپرٹ بھی کہتے ہیں جب الکوحل اس قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس میں ۳٫۴ فی صد پانی باقی رہ جاتا ہے اس پانی کو علحدہ کرنے کے لئے ہم کو ایک خاص طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس قوت کا الکوحل معمولی کیمیائی طریقہ سے اپنے پانی کو کسی طرح نہیں چھوڑتا اس کا نقطہ جوش تقریباً [illegible] ہوتا ہے جو مستقل نقطہ جوش کا مائع کہلاتا ہے قدیم کیمیا داں اس ۳٫۴ فی صد پانی کو علحدہ کرنے کے لئے بہت سے قیمتی دھات مثلاً سوڈیم پوٹاشیم وغیرہ استعمال کرتے تھے یا بیدہ کیلشیم آکسائیڈ کے ساتھ کشید کرتے تھے یہ سب طریقے تجارتی نقطہ نظر سے [illegible] ثابت ہوئے کیونکہ ان طریقوں سے جو خالص الکوحل تیار ہوتا اس کی لاگت اتنی زیادہ ہوجاتی کہ وہ کسی مصرف کا نہیں رہتا۔

چھتیس سال قبل الکوحل کو بہ طور ایندھن استعمال کرنے کا خیال پیدا ہوا اس سلسلہ میں مختلف ممالک میں تحقیقات کرنا شروع کیا گیا چنانچہ سب سے پہلے جرمنی سوئیڈن پولینڈ اس اہم مسئلہ کی جانب متوجہ ہوئے کئی سال تک تجربے کرنے کے بعد [illegible] الکوحل و پٹرول کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے کا طریقہ رائج ہوا۔ خاص

الکوحل موجودہ قسم کے موٹر کے انجنوں کے لئے غیر موزوں ثابت ہو رہا تھا کیونکہ الکوحل کی ...... Net calorific value ایک پونڈ کے لئے (۱۰۴۰۰) برٹش تھرمل یونٹس ...... (B. T. H. U.) ہیں اور پٹرول کی calorific value (Net value) ایک پونڈ کے لئے (۱۸۰۰۰) برٹش تھرمل یونٹس ہیں اور فی پونڈ پٹرول کے مکمل احتراق ...... (Complete Combustion) کے لئے (۱۵) پونڈ ہوا اور فی پونڈ الکوحل کے لئے (۹ر۱۰) پونڈ ہوا درکار ہے۔ ان اعداد سے ظاہر ہے کہ جتنی ہوا پٹرول کے احتراق کے لئے ضروری ہے اس کا صرف نصف سے کچھ زیادہ حصہ الکوحل کے لئے چاہئے ایسی صورت میں الکوحل خالص طور پر پٹرول کا بدل نہیں قرار دیا جا سکتا اس لئے ہماری سرکار نے قواعد پور الکوحل نافذ فرمائی ہے۔ قانون پور الکوحل کی رو سے (۲۰) فیصد الکوحل اور (۸۰) فیصد پٹرول کے ملائے جاتے ہیں۔ اگر خالص الکوحل موٹر میں استعمال کرنا مقصود ہو تو موجودہ موٹر کے کاربوریٹر (Carburetter) اور (Ignition System) میں خفیف سی تبدیلی کرنے پر بالکل پٹرول کی طرح الکوحل چلایا جا سکتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جب کہ حیدرآباد میں آزمائش کے لئے الکوحل ذخیرہ کرنے کے بعد پبلک کی خدمت میں پیش کیا گیا تو نئی چیز ہونے کی وجہ سے پبلک بخوبی واقف نہیں تھی اور بغیر آمیزش پٹرول خالص الکوحل استعمال کرنے کی کوشش کی اور کاربوریٹر کے جٹ (Jet) وغیرہ کی تبدیلی کی طرف توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہوا مناسب مقدار میں پہنچائی گئی ایسی صورت میں موجودہ ساخت کے انجن میں غیر موزوں الکوحل [illegible] نہیں گے جس پبلک کی ناواقفی کی وجہ سے چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں بہت سے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ الکوحل سے موٹر کے انجن میں کاربن جمع ہوتا ہے جو سراسر غلط ہے بلکہ انجن کے کاربن کو الکوحل صاف کرتا ہے اور پرزوں کو زیادہ گھسنے سے بچاتا ہے۔ انجن کے پانی کی تپش معتدل حالت میں رکھتا ہے چکنانے والے تیل ...... (Lubricating Oil) کے زیادہ صرف کو روکتا ہے کیونکہ الکوحل چکنانے والے تیل میں حل نہیں ہوتا ہے اور پٹرول تیل کو حل کر دیتا ہے۔ جرمنی نے ۱۹۳۰ء سے دو کروڑ بیس ہزار گیلن الکوحل سالانہ استعمال کرنا شروع کر دیا اس پٹرول اور الکوحل کے آمیزے کا نام مونوپولن (Monopolin) رکھا گیا ہے۔ فرانس نے بھی ۲۰ فی صد الکوحل اور ۸۰ فی صد پٹرول کا آمیزہ استعمال کیا ہے اور سویڈن میں ۷۵ پٹرول اور ۲۵ جز الکوحل کا آمیزہ اسی تناسب کے ساتھ استعمال ہونا شروع ہوا کہ پبلک خالص پٹرول کی قیمت سے زیادہ الکوحل اور پٹرول کے آمیزے کو دے کر خریدتی تھی جو بیا ۳ (اور اس Benzol) اسپیڈی سکہ زیادہ دے کر خریدا کرتی تھی۔

آسٹریلیا میں اس کی مانگ اس قدر زیادہ ہو گئی کہ وہ گرد و نواح سے کئی زیادہ مقدار میں الکوحل تیار کرنا ضروری سمجھا گیا اور آسٹریلیا میں پٹرول اور الکوحل کے آمیزے کا نام (شیل کال) (Shell Kohl) رکھا گیا جو اب تک کامیابی کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے۔ موجودہ جنگ سے پہلے کئی ممالک میں قانون پور الکوحل نافذ ہو گیا ہے۔ چنانچہ پولینڈ، ہنگری، لیٹویا (Latvia)، چیکوسلوواکیہ، اٹلی، برازیل، چلی، ارجنٹائن، پناما وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان تمام ممالک کے نتائج نہایت ہی عمدہ اور تسلی بخش ثابت ہوئے۔ اسی زمانہ میں موجودہ جنگ سے پیشتر فرانس کو تشویش ہوئی کیونکہ وہ پٹرول کے چشمے اپنے پاس نہیں رکھتا ہے وہ اپنا آزاد فیول (Independent) اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا اس خوف سے کہ اچانک کہیں جنگ چھڑ جائے اور اس کے ذرائع دوسرے ملکوں سے یک لخت علحدہ ہو جائیں تو اس کو (Essential) فیول کے حاصل کرنے میں دوسروں کے رحم و کرم پر انحصار رکھنا نہ پڑے اس لئے وہ اپنے قومی اور معاشی نقطہ نظر سے فیول کے مسئلہ کو حل کرنے کی طرف متوجہ ہوا تاکہ آزادی کے ساتھ اپنا فیول آپ استعمال کر سکے اس غرض کے لئے فرانس نے الکوحل کی تیاری کی طرف اعلیٰ پیمانہ پر جدید تحقیقات کے بعد لاکھوں کروڑوں گیلن الکوحل تیار کرنے لگا۔

موجودہ زمانہ میں حالیہ جنگ کی وجہ سے فیول کا سوال جس قدر اہم ہوتا جا رہا ہے ناظرین اخبار بخوبی واقف ہیں جیسے جیسے جنگ ترقی کرتی جا رہی ہے اس نسبت سے پٹرول کی مانگ بھی بڑھ رہی ہے نہ معلوم جنگ کے ختم ہونے کے بعد پٹرول کے چشموں کا کیا حشر ہوگا جب ہم [illegible] پٹرول کے چشموں کے حالات پڑھتے ہیں تو اس مسئلہ کی اہمیت جس قدر پیچیدہ ہوتی جا رہی ہے اظہر من الشمس ہے مابعد جنگ مسئلہ حمل و نقل کا سارا دار و مدار فیول [illegible] پر موقوف ہے جس کے حل کرنے کے لئے ابھی سے گورنمنٹ غور کر رہی ہے۔

ان حالات کے تحت الکوحل کی تیاری اور اس کا صحیح استعمال کس قدر اہمیت رکھتا ہے ظاہر ہے ہر متمدن شہر میں جہاں الکوحل آسانی سے تیار کرنے کے ذرائع مہیا ہوں تیار کیا جائے گا۔

خدا کا شکر ہے کہ ہماری ریاست نے اس مسئلہ کا بہترین حل دریافت کر لیا ہے اعلیٰ حضرت حضور سرکار عالی نے موجودہ گورنمنٹ پور الکوحل فیکٹری شکر نگر میں قائم فرما کر ملک کے ضروریات کی تکمیل فرمائی۔

مرزا مقصود احمد خاں صاحب کا بیان

حیدرآباد ۵ر اسفندار۔ مولوی مرزا مقصود احمد خاں صاحب رکن ورکنگ کمیٹی ٹوڈ کونسل اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ سال گذشتہ کے مقابلہ میں جبکہ ہمارے پاس چاول کی پیداوار بہت کم تھی امسال چاول بہت کافی پیدا ہوا ہے اور فصل تابی کے توقعات بمقابلہ فصل آبی بہت زیادہ بہتر ہیں اور اس لئے چاول کے کم پڑ جانے کا امکان بہت ہی موہوم ہے کیونکہ جو قیمتیں سرکار نے چاول کی مقرر کی ہیں اگرچہ وہ قیمتیں ارزاں ہیں لیکن غربا اس قیمت پر بھی چاول نہیں کھا سکتے اور جواری استعمال کی جا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ سال گذشتہ بوجہ قلت پیداوار اور درآمد برائے نام ہونے کے ہمارا ذخیرہ نہ صرف پورے سال کے لئے کافی ہوا بلکہ بچ رہا اور اب تک استعمال کیا جا رہا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ چاول کے بجائے باجرا استعمال کرنے سے متعلق حکومت کی تجاویز اختیار کرنے کا ذکر جو ایک حالیہ اخباری اطلاع میں کیا گیا وہ کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے جہاں تک مجھے علم ہے حکومت کا یہ منشا نہیں ہے کہ چاول کے بجائے باجرے کے استعمال پر ملک کو مجبور کرے یا بطور بدل اسے پیش کرے۔"

غلہ کو کیڑوں سے عرصہ تک محفوظ رکھنے کا طریقہ

از
جناب مرزا شیر علی بیگ صاحب شہدی

غلہ کو عرصہ دراز تک کیڑوں سے محفوظ رکھنے کا مسئلہ بہت اہم ہوگیا ہے۔ اگر اس پر غور نہیں کیا جائے گا تو ناقابل تلافی نقصانات ہوچکے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

چونکہ قدرت نے اس کی حفاظت کردی ہے مگر ہماری نادانی کی وجہ اس پر عمل نہیں کیا جارہا ہے۔ پہلے غلہ رکھنے کے طریقوں پر ضرور غور کرنا ہوگا تاکہ مضرت رساں طریقہ کا جلد سد باب کیا جاسکے۔ چنانچہ وہ چار طریقے حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ غلہ کو زمین میں دفن کرنا۔ ۲۔ غلہ کو کوٹھوں میں بغیر تھیلیوں کے رکھنا۔ ۳۔ تھیلیوں میں بھر کر کوٹھوں میں رکھنا۔ ۴۔ کنگیوں میں بھکر اس پر گارے کا لیپ کرنا۔ یہ چار طریقے عرصہ دراز سے رائج ہیں۔

غلہ کو زمین میں دفن کرکے رکھنے کی اس وقت ضرورت ہوا کرتی ہے جبکہ غلہ وافر پیدا ہوکر ارزانی کا باعث ہوجاتا ہے تب موقع شناس غلہ کے بیوپاری کثرت سے غلہ خریدتے ہیں اور ان کو مختلف مقامات پر زمین میں دفن کرکے رکھتے ہیں۔ یہ طریقہ ہماری ریاست میں گوداوری ندی کے ساحلی کنارے پر جس کو گنگا کا کنارہ کہتے ہیں عرصہ سے رائج ہے۔

ارزاں ترین نرخ سے خرید کر گراں ترین نرخ سے فروخت کرنے کے انتظار میں دس دس اور بیس بیس سال تک یہ غلہ دفن کیا ہوا رکھا جاتا ہے۔ انتظار صرف قحط سالی کا ہوتا ہے۔ اور بس۔

میرا تجربہ ہے کہ ہر بیس سال کے بعد امساک باراں کی وجہ قحط نمودار ہوکر غریب مخلوق پریشان ہوجاتی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۳۰۹ف میں بہت بڑا قحط پڑا تھا۔ اور اس کے بعد سنہ ۱۳۱۳ف میں قحط ہوا۔ مگر اب کے ۱۳۵۰ف سے ہر سال کمی بارش کی وجہ گرانی بڑھتی رہی۔ ماسوا موجودہ جنگ کے اثرات نے اس میں اس قدر اضافہ کیا کہ عام طور پر ضروریات زندگی گراں سے گراں تر کردیا جس کی مثال گزشتہ قحطوں میں بھی نہیں مل سکتی ساتھ ہی قدرت نے انتظامات اپنے بندوں کے لئے پہلے سے ہی اس طرح کئے تھے کہ کافی سے زیادہ پیدا شدہ غلہ سلک میں رکھا ہوا موجود تھا۔ لہذا ازروئے ہمدردی یہ ہونا چاہئے تھا کہ غلہ دے کر کچھ اضافہ سے غلہ ہی وصول کیا جاتا۔ کیونکہ کسانوں سے ہی تو ارزاں ترین نرخوں سے خرید کیا گیا تھا۔

دوسرا طریقہ معمولی نفع حاصل کرکر فروخت کیا جانا چاہئے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ انسانی ہمدردی کا جذبہ بھی بالکل جاتا رہا اور خود غرضوں کو ایسا لالچ عمل بنایا گیا ہے تو ایسے مصیبتوں میں ظاہر ہے غریب طبقہ ہی پامال اور تباہ ہوگا۔ مزید براں دیگر اسباب بھی تباہی کے باعث ثابت ہوئے ہیں۔ یعنی زمین میں دفن کیا ہوا غلہ گرمی میں پک کر بدبودار ہوجاتا ہے۔ ذائقہ میں بدمزہ جس سے معدوں پر اس کے مزید اثرات ہوتے ہیں۔ تجربہ چاہتے ہو تو دیکھ لیجئے موجودہ جوار کس قدر بدبودار ہے۔ اگر یہی جوار نہ ارزانی فروخت کی جاتی تو غریب سے غریب طبقہ اس کو ہرگز نہ خریدتا۔ غرض ایسا خراب غلہ انسانوں کے استعمال کے قابل نہیں۔ ان حالات کے تحت میرا مشورہ یہ ہے کہ غلہ کو عرصہ تک اچھی حالت میں رکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے جو کہ قدرت نے اس کی حفاظت کی ہے یعنے بچے ہوئے اناج کے خوشوں کو ہی رکھا جائے اور حسب ضرورت غلہ تیار کروا کر تقسیم ہو۔ جس کے چند تجاویز ذیل میں بھی درج ہیں۔

الف۔ مونگ پھلی کے بیج کی قدرت نے اس طرح حفاظت کی ہے یعنے اس پر ایسا غلاف چڑھا دیا گیا ہے کہ اندر کا بیج عرصہ تک محفوظ رہ سکے مگر برخلاف اس کے نفع خور بیوپاری اوپر کے چھلکوں کو الگ کردے کر بیجوں کو کوٹھوں میں بھر دیتا ہے۔ چونکہ وہ نرم ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد اس میں جالا اور سیاہ رنگ کے کیڑے پیدا ہوکر روغنیت کو چوس لیتے ہیں۔ نتیجتاً پہلے جیسی خشکی باقی نہیں رہتی لہذا اس مونگ پھلی کے متعلق حکومت کو میرا مشورہ یہ ہے کہ ایسا قانون نافذ کرنا چاہئے کہ بے ضرورت چھلکوں کو علحدہ نہ کریں۔ اور اگر ضرورتاً اندرون ریاست یا بیرون ریاست بھیجنا ہو تو اس صورت میں بیج تیار کرسکتے ہیں۔ اس انتظام سے یہ ہوگا کہ اس کے چھلکوں کا بھوسہ باہر جانے نہ پائے گا۔ اور مقامی طور پر اس کا زراعتی کھاد بنایا جائے گا ماسوا ایندھن کے کام بھی آسکتا ہے۔ چونکہ ضروریات زندگی میں غلہ کے بعد ایندھن کا مسئلہ بھی بہت اہم ہوگیا ہے جو کہ پوشیدہ نہیں۔

(ب) دیگر سخت دانہ دار غلہ مثلاً جوار بجرا اقسام گندم نخود مٹر دھان۔ ان پر قدرت نے عرصہ تک اچھی حالت میں رکھنے کے لئے اس پر پرت دار غلاف سے حفاظت کی ہے۔ دھان کو مضبوط خول سے اس قدر محفوظ کردیا ہے کہ چاول کا دانہ عرصہ تک محفوظ رہ سکے پس اس قدرتی حفاظت کے خلاف ہرگز عمل نہ کریں تو مصیبت کے وقت بھی غلہ اچھی حالت میں میسر ہوسکتا ہے۔

واضح ہوئے کہ سخت دانہ دار غلہ کو غلاف سے علحدہ کرنے کے بعد اگر اس پر ایک بارش کا زمانہ گزر جائے تو اس میں کیڑا پیدا ہوکر اندر کا آٹا اس کی غذا بن جاتا ہے بلکہ قیمتی جوہر جس پر کہ روئیدگی کی قوت کا دارومدار ہے اس کو بھی وہ کیڑا کھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس غلہ میں غذائیت کا فقدان ضرور ہوگا۔ غلہ میں کیڑا پیدا ہوجانے کے بعد اس کے دفعیہ کے لئے توجہ کم کی جاتی ہے اور اس کا انحصار ارزانی پر ہی موقوف ہے ورنہ گرانی میں کیڑوں کا کھایا ہوا فضلہ بھی جو کہ بشکل آٹا ہی غلہ میں شامل رہتا ہے تول دیا جاتا ہے بہرصورت غلہ کی حفاظت اصولاً معقول طریقہ جیسی کہ ہونی چاہئے نہیں ہورہی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر سال ½ حصہ غلہ کیڑوں کی غذا میں صرف ہورہا ہے لہذا اس مشورہ پر بہت جلد غور کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ خوشوں کو ہی حفاظت میں رکھنے کا قانون بہت جلد نافذ کرے اس لئے کہ ربیع کی فصل کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ ماسوا حسب ضرورت غلہ تیار کروا کر فروخت کرنے کی سختی کے ساتھ پابندی عائد کرے اس عمل سے عرصہ دراز تک غلہ بغیر کیڑوں کے محفوظ رہ سکے گا و نیز تازہ اور اچھی حالت میں انسانوں کو غلہ ہر وقت میسر آسکے گا جس سے مخلوق خدا کی صحتیں درست ہوسکیں گی۔

کیا متحدین بلقان پر حملہ کریں گے!

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

روس کی اس کی رفتار جنگ نے ترکی کو کسی فیصلہ پر پہنچنے کے لئے آمادہ کیا ہو گا۔ بہر حال غیر یقینی صورت حالات اور مبہم ترکی روش کے باوجود باخبر حلقوں اور فوجی مبصرین بلقان پر متحدین کے حملہ کی توقع کر رہے ہیں۔

واشنگٹن سے رائٹر اطلاع دیتا ہے کہ قاہرہ کی ... کانفرنس کی نسبت غیر سرکاری حلقوں کا خیال ہے کہ جرمن، متحدین یورپ کے پچھلے دروازہ کو کھولنے کے قابل ہو جائیں گے۔ بڑے پیمانہ پر بلقان پر حملہ ہو گا۔ بعض جگہ یقین کرتے ہیں کہ مدد انو نوٹ ہے۔ امکان ہے کہ ... ہو گا کہ اس مہم میں ترکی بالواسطہ یا بلاواسطہ سہولت بہم پہنچائے گا۔ ایک فوجی مبصرین کا بیان ہے کہ بڑی کارروائیوں کے نقشے تیار ہو رہے ہیں اور جب یہ کارروائیاں شروع ہو جائیں گی اس وقت واضح ہو جائے گا کہ بحیرہ ایجین میں برطانوی نقل و حرکت کا منشا کیا تھا۔

قاہرہ کانفرنس کے اختتام کے بعد رائٹر کے نامہ نگار خصوصی نے اطلاع دی تھی کہ جو امور زیر بحث آئے ان کی نسبت کوئی سرکاری بیان جاری نہیں ہوا۔ لیکن مشرق وسطیٰ میں عام طور پر یہ باور کیا جاتا ہے کہ زیر بحث اہم مسائل یہ تھے۔ (۱) جنگ میں ترکوں کے عملی حصہ لینے کا امکان اور ان سے مدد دینے کو روبہ عمل لانے کی توقع جو متحدین کے مقصد کے ساتھ ترکی ظاہر کرتا ہے۔ (۲) ترکی علاقہ میں متحدین کے لئے فوجی مراعات کے حصول کی توقع۔

قاہرہ میں نامہ نگاروں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ایک ترکی ترجمان نے اس حد تک کہا کہ "ترکی کی غیر جانبداری کم ہوتی جا رہی ہے۔ ترکی کو بلقان سے قطعی اور صریحی دلچسپی ہے۔ ہم بلقان کا ایک جزو ہیں۔"

بین الاقوامی حالات کے مبصرین محسوس کرتے ہیں کہ اس سمت میں ترکی کچھ عرصے سے قدم اٹھا رہا ہے۔ مجلس ملی کبیری کو مخاطب کرتے ہوئے صدر جمہوریہ ترکی نے یکم نومبر کو اپنی تقریر میں پہلی مرتبہ غیر جانبداری کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ وزیر اعظم ترکی ایک عرصے سے اس لفظ کا استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ اس لفظ کے ترک کرنے کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے انقرہ سے ایک برطانوی نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ انقرہ میں دول محور کے سفیروں پر مایوسی چھا گئی اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ترکی اپنی پالیسی پر نظر ثانی کر رہا ہے۔

اب جبکہ روس کی فوجیں پولینڈ کی سرحد پر پہنچ گئی ہیں دیکھنا یہ ہے کہ جنگ کی اس رفتار سے ترکی کی خارجی حکمت عملی میں کیا تغیر رونما ہوتا ہے۔

سفید روس میں سرخ وسپاہ کا نیا دھاوا

پولینڈ میں سارنی فتح ہو گیا

ماسکو۔ ۱۳ جنوری۔ روسیوں نے یوکرین اور سفید روس میں ایک نئے دھاوے کا اعلان کیا ہے۔ منگل کے روز جنرل روکوسوسکی کی زیر قیادت روسی افواج نے جرمنوں کے اہم مرکز موزیر پر ایک بڑا حملہ کیا اور ۳۰ میل کے محاذ پر دشمن کی مدافعات میں ۱۵ میل اندر تک گھس گئی ہیں اور ۲۰ شہروں اور دیہاتوں پر قابض ہو چکی ہیں جن میں سے ایک مقام موزیر سے شمال میں صرف ۱۲ میل پر واقع ہے۔

موزیر سفید روس میں جرمنوں کا سب سے جنوبی مرکز ہے۔

اسی اثناء میں جنرل وٹوٹین کی پہلی یوکرینی فوج نے پولینڈ کی ۱۹۳۹ء کی سرحد کے پار سارنی کے ریلوے جنکشن اور شہر پر دھاوا بول کر اسے فتح کر لیا ہے۔ سارنی کے قرب و جوار میں روسیوں نے مزید ۲۰ شہر اور گاؤں فتح کر لئے ہیں۔

جنرل واٹوٹین کے جنوب مشرق والے دستوں نے ۱۰ دن کی لگاتار پیش قدمی کے بعد دریائے بگ کے شمالی ساحل پر اپنی صفیں درست کر لی ہیں اور اوڈیسہ سے وارسا جانے والی ریلوے کے مضافات کا جو نائیپر کے موڑ والی جرمن سپاہ کے بچانے کا خاص راستہ ہے دفاع کرنے کے لئے جم گئی ہیں۔ روسی ہراول دستے جو متعدد مقامات سے دریا کی سمت بڑھ رہے ہیں انہیں جرمنوں کی خندقوں میں لگی ہوئی پیدل سپاہ اور بکتر بند دستوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ جرمن ناکام حملہ کر کے دریا کے دائیں جنوب کے ایک مقام اور اہم ریلوے جنکشن زمرینکا کے اطراف میں قائم ہے۔

مزید روسی دستے واٹوٹین کے ... شپیٹوفکا ... ونسا اور ... کی سمت ژیتومیر کی شکل میں دو طرف سے بڑھ رہے ہیں۔ ان تینوں مقامات کے فوراً ہی محصور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ونسا کے منطقہ میں روسیوں نے دبابوں اور پیادوں کے متعدد جوابی حملے پسپا کر دیئے۔

بالٹا پر ... کے جنوب میں اور کرووگراڈ کے مغرب اور جنوب مغرب میں دوسرے روسی دستوں نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی اور دشمن کو کئی قلعہ بند چوکیوں سے بھگا دیا۔

اور جنوب میں کریمیا کا منطقہ ہے اور وہاں جرمن کرچ کے شمال میں روسی حملوں کا برابر ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ روسیوں نے کئی روز ...

سپاہ اور اس کے ساتھ توپوں اور ٹینکوں کی ایک ... "مشرقی محاذ کی بنیاد" پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی ہے۔

آج صبح کے اطلاعیہ کے ایک ضمیمہ میں روسیوں کے نئے دھاوے کی مزید تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ شمال میں روسیوں کے گھس پڑنے کے بعد جرمنوں نے زبردست جوابی حملہ کیا مگر اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور ایک دن کی لڑائی میں دو ہزار جرمن افسر اور سپاہی مارے گئے ۲۲ دبابے توڑ دیئے گئے اور بہت بڑی تعداد میں توپیں خاموش کر دی گئیں۔

چھاپہ ماروں کا کارنامہ

لینن گراڈ کے چھاپہ ماروں نے سو دیہاتوں کے لوگوں کو جو بیگار کے لئے جرمنی بھیجے جانے والے تھے آزاد کرا لیا ہے۔ جرمنوں نے ان دیہاتوں میں ایک تعزیری فوج بھیجی تھی مگر چھاپہ مار دو دن تک دشمن کی باقاعدہ سپاہ سے لڑتے اور اسے روکتے رہے اور اس اثناء میں دیہات کے لوگ اس سے زیادہ محفوظ مقام کو منتقل ہو گئے۔

کرووگراڈ کے ہزاروں آدمی بھی حال ہی میں ایسی ہی مصیبت سے بچائے گئے۔ جب روسیوں نے اس شہر پر دھاوا بول دیا۔ جرمنوں نے بیگار کے لئے دیہات کے دیہات جہاں ہر مقام ان موجودہ روسیوں کو کرووگراڈ میں جمع کیا تھا جہاں سے انہیں لے جانے والے تھے کہ خود مارے گئے۔ کرووگراڈ کے باشندے جرمنوں کے قبضہ کے دنوں کے مظالم بیان کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دو ہفتہ کے اندر میں جرمنوں نے جیل کی عمارت کے قریب دو ہزار سے زائد آدمیوں کو گولی سے اڑا دیا۔ (رائٹر)

آئندہ مہینے کپڑا سستا ہو جائیگا!

نئی دہلی۔ ۱۰ جنوری۔ اعلان کیا گیا ہے کہ غیر نشان کردہ کپڑے یعنی گذشتہ اگست سے پہلے کے بنے ہوئے کپڑے پر جسے فروخت کرنے کے لئے ۱۹۴۴ء تک کی مہلت دی گئی تھی اس مہینے کے ختم تک قیمتوں کے چھاپے لگا دیئے جائیں گے تمام اقسام کے کپڑوں پر چلر کی قیمت فروخت مقرر کی جائے گی جو کارخانہ کی قیمت فروخت سے صرف ۲۰ فیصد زائد ہو گی۔ اس طرح یہ قیمت یکم اگست کے بعد اس قسم کا جو کپڑا بنا ہے اس کی مروجہ چلر قیمت فروخت سے ۱۰ فیصد کم ہو گی۔

آئندہ مہینے سے پبلک کو بازار میں غیر معمولی طور پر سستا کپڑا دستیاب ہو سکے گا۔

حکومت ہند کے کمشنر پارچہ جات نے سوت اور پارچہ درآمد کرنے والے تمام بیوپاریوں کو یاد دلایا ہے کہ اب کوئی بدیسی کپڑا یا سوت گشتی تجدید کا سرٹیفکٹ حاصل کئے بغیر رکھا جا سکتا ہے ... تمام درآمد شدہ سوتی ... ساتھ ہندوستان میں ... اس کی مانگ کی تفصیل بھی ... جاتی چاہئے۔ کمشنر پارچہ جات ... اٹھائے جانے کے بعد ...

احمد یوسف چاریبا۔ پرنٹر پبلشر نے باہتمام سید حسن اعظم عثمانیہ دفتر حکمت سے شائع کیا۔